صدقاتِ نافلہ

تحریر:
جناب غلام سرور قریشی
ریٹائرڈ ٹیچر محلہ عباس پورہ جہلم

''تَطَوُّع'' قرآن مجید کی ایک اصطلاح ہے جس کا مفہوم رضا کارانہ اضافہ ہے۔ کم وبیش یہی معانی صدقاتِ نافلہ کے ہیں۔ صدقات کی طرح بے شمار عبادات بھی نافلہ ہیں۔ لیکن نافلہ کی حدود وسیع ہونے کے باوجود، غیر متعین نہیں ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ حدود متعین ومقرر فرمادی ہیں بلکہ موزوں طور پر یہ کہنا چاہیے کہ آپ ﷺ نے قرآنی احکام کی روشنی میں عبادات وصدقاتِ نافلہ کی لکیریں کالنقشِ فی الحجر کردی ہیں اور اسلام کی یہی اکملیت وجامعیت ہے کہ اس نے اپنے نبی ﷺ آخر واعظم کے ہاتھوں ایسا کمال پالیا تھا کہ امت کیلئے کوئی چیز غیر واضح نہ رہی تھی۔ امت کا کوئی فرد اپنی انفرادی زندگی کے ان لمحات میں آسمانی ہدایت سے محروم نہیں ہوتا جب ''کراماً کاتبین'' بھی اسے تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے قارئین محترم یہ جان لیں کہ صدقات وعباداتِ نافلہ کا تعین بھی ہو چکا ہوا ہے اور ان میں اگر ہم سے کوئی کمی رہ جائے تو عنداللہ پرسش نہ ہوگی لیکن اگر ہم صدقات وعباداتِ نافلہ میں کوئی ایسی چیز شامل کردیں جو حضور اقدس ﷺ نے شامل نہ کی تھی تو جس طرح فرائض وسنن میں نئی چیز کا داخلہ بدعت ہے، ٹھیک اسی طرح اس باب میں اضافہ بھی بدعت اور گمراہی ہوگا۔

عقیدۂ ختم نبوت یہی تو ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ حقیقت بڑی بامعنی ہے۔ نبوت کا دروازہ دائمی طور پر بند کرنے سے اللہ تعالیٰ کی یہی غرض تھی کہ اب نبی بھیجنے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ کیونکہ:۔

ا۔ آسمانی ہدایت پوری کی پوری حضور اقدس ﷺ کے ذریعے بھیج دی گئی ہے۔ انسانوں کو اس ہدایت پر چلتے ہوئے قیامت تک یہ محسوس نہ ہوگا کہ ان کی زندگی میں کوئی ایسا معاملہ پیش آگیا ہے جہاں نورِ اسلام ان کی راہنمائی کو موجود نہیں ہے۔

ب۔ اس ہدایت یعنی کتاب اللہ، سنت وحدیث رسول اللہ ﷺ ہر طرح سے محفوظ ہے۔ کیونکہ اس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

ج۔ یوں ہدایت مکمل ومحفوظ ہے۔ لہٰذا عقل بھی یہی کہتی ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ درست ہے۔ اس طرح ختم

نبوت کا عقیدہ ہی عقلی طور پر ثابت کرتا ہے کہ عقائد، عبادات، یعنی فرائض وسنن اور اعمال وصدقات نافلہ میں اب کسی نئے عقیدہ یا عمل کا اضافہ نہیں ہونا چاہیے۔

د۔ اگر اسلام کے سسٹم میں کسی قسم کے اضافہ کو جائز مانا جائے تو عقیدہ ختم نبوت پر زد پڑتی ہے کیونکہ نئی ہدایت اور اضافہ نبی ہی کر سکتا ہے۔ یوں منطقی طور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ نہ نبی آ سکتا ہے اور نہ ہی نئی ہدایت داخلِ اسلام ہو سکتی ہے۔

ر۔ اسلام کے سسٹم میں اگر کسی نئے عقیدہ یا عمل صالح کا اضافہ جائز مان لیا جائے تو ﴿**الیوم اکملت لکم دینکم......الخ**﴾ کے قرآنی فیصلہ کی تردید ہوتی ہے اور یہ ماننا لازم آتا ہے کہ یہ سسٹم ناقص تھا جس میں کسی اضافے کی ضرورت یا گنجائش باقی تھی اور ایسا ماننا سراسر گمراہی اور کفر ہے۔

اس مسئلہ کا ایک اور پہلو بھی توجہ طلب ہے کہ حضور ﷺ کے مقرر کردہ فرائض وسنن، اور عبادات واعمال نافلہ پر کسی شخص نے اس طرح عمل کر کے دیکھ لیا ہے جس طرح آپ ﷺ نے کیا تھا اور اس کے دل میں مزید حسنات اور خیرات کی تشنگی باقی ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے اپنی تیئس 23 سالہ پیغمبرانہ زندگی میں جن راہوں پر چل کر ہمیں دکھایا ہے، وہ آپ ﷺ کی سنت کہلاتا ہے۔ یہ سنت اصولی طور پر قابل عمل ہے اور یہ اسی لئے قائم کی گئی ہے کہ تمام مسلمان اس پر چل کر اپنی زندگی گزاریں اور جو ارواحِ سعید اس راہ پر چلنے پر ساعی ہیں یا اس پر چل کر اور سرخرو ہو کر اپنے رب کی طرف پلٹ چکی ہیں، انہوں نے کبھی یہ تشنگی محسوس نہیں کی ہے اور نہ کبھی اس حسرت کا اظہار کیا ہے کہ کاش مزید کوئی خیرات وحسنات بھی ایسی ہوتیں جو العیاذ باللہ حضور ﷺ سے رہ گئی ہوتیں اور اب وہ خود ان کو ایجاد کر کے ان پر عمل کرتیں۔ ایسا اس لئے ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے مقرر کردہ فرائض وسنن اور عبادات واعمالِ نافلہ کا دائرہ متعین ہے۔ ساری ہدایت اس دائرہ کے اندر ہے اور اس سے باہر سراسر گمراہی ہے اور اگر کسی غیر مسلم سوسائٹی میں ہدایت کا کوئی عنصر موجود ہے تو وہ دراصل اسی آخری ہدایت کا پرتو ہے جو حق تعالیٰ نے اپنے آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمائی تھی۔

صدقاتِ نافلہ کے سلسلے میں صدقہ کے باب میں کچھ کہنا بہت ضروری ہے۔ اسلام کا صدقہ ہندومت کے اس بلیدان سے قطعاً کوئی تعلق نہیں رکھتا جو کالی دیوی کے چرنوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ کالی دیوی کی نسبت سے صدقہ کیلئے کالا جانور پیش کرنا، ہندوانہ اثرات کے تحت اہلِ اسلام میں غلط طور پر رائج ہو گیا ہے۔ اسکا ترک

کرنا فرض ہے۔ اسلام نے صدقہ کیلئے کسی رنگ کا تعین نہیں کیا ہے اور اسی طرح صدقہ صرف جانور کا ہی نہیں ہوتا۔ اموال واجناس بھی صدقہ میں دی جاسکتی ہیں بلکہ نقد رقم زیادہ بہتر ہے کہ ضرورت مند اسے اپنی مرضی سے اپنی ضروریات کی تکمیل کیلئے خرچ کر سکے۔ بہر حال اگر جانور ہی صدقہ کرنا ہو تو ''کالا'' کی شرط سراسر غیر اسلامی ہے۔

ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ شاید صدقہ دینے والے کی مصیبت یا بیماری، صدقہ لینے والے کو لگ جاتی ہے۔ یہ خیال بالکل باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ سے ردِ بلا کر دیتے ہیں اور یہ نہیں کرتے کہ صدقہ دینے والے کی بلا یا بیماری صدقہ لینے اور کھانے والے کو لگا دیں۔ عام مشاہدہ ہے کہ مستحقین ومساکین صدقہ کا نام سن کر بدک جاتے ہیں اور صدقہ لینے سے انکار کر دیتے ہیں کہ مبادا جس بلا یا بیماری یا پیتا کے رد کیلئے یہ صدقہ دیا جا رہا ہے، وہ انہیں چمٹ جائے۔ صدقہ ذاتِ باری کے نام پر دیا جاتا ہے اور اس ذاتِ ستودہ صفات اور صاحب عدل وانصاف کے متعلق ایسا ظن رکھنا کہ وہ امراُ کی پریشانی، صدقہ لینے والے کی طرف منتقل کر دیتے ہیں، بہت بڑی بدگمانی ہے۔ اس سے توبہ واجب ہے۔ اسی طرح یہ خیال بھی غیر اسلامی ہے کہ صدقہ کسی خاص قومیت والے شخص کو دینا چاہیے۔ ہندوؤں کے برہمن بلیدان کھا کر باقاعدہ فیس لیتے ہیں جسے دند گھسائی کہا جاتا ہے۔ ہندو تیل اور ماش کی دال کا بلیدان کرتے ہیں اور مریض کو تیل والے کانسی کے برتن میں منہ دیکھنے کو کہتے ہیں۔ یہ رسم بد مسلمانوں میں بھی رائج ہوگئی ہے۔ اس کا ترک واجب ہے۔

مسلمانوں کی بہت بڑی پہچان جو قرآن پاک کے آغاز میں ہی بیان کر دی گئی ہے، یہ ہے ﴿**وممارزقنٰھم ینفقون**﴾ یہاں انفاق سے مراد انفاقِ فی سبیل اللہ ہے جس کی حدود خود قرآن نے ہی بتا دی ہیں۔ اس انفاق میں پیاسے کو پانی پلانے سے لے کر رفاہِ عام کے تمام کام داخل ہیں۔

؎ نمرد آنکہ پس از وی ماند بجا　　　پل و مسجد و چاہ و مہماں سرا

ارشاد ہوتا ہے:۔ ﴿**ویطعمون الطعام علیٰ حبہٖ مسکیناً ویتیماً وأسیراً**﴾ مسکین، یتیم اور قیدی کی بھلائی کیلئے کچھ خرچ کرنا، قرآن کا مقرر کردہ دائرہ ہے۔ سیدنا عثمانؓ نے بئر رومہ خرید کر مسلم وکافر سبھی کیلئے وقف عام کر دیا اور حضور ﷺ نے فرمایا: ''اس کے بعد اگر عثمانؓ مزید کوئی بھلائی کا کام نہ کریں تو بھی ان پر جنت واجب ہوگئی ہے''۔ صدقہ صرف ردِ بلا کیلئے ہی نہیں ہے بلکہ اگر کسی کے پاس ایک ہی کھجور ہو اور وہ گرفتارِ بلا بھی نہ ہو تو پھر حضور اقدس ﷺ کا فرمان ہے کہ ''صدقہ کرو اگرچہ نصف کھجور ہی کیوں نہ ہو''۔

زکوٰۃ و عشر فرض ہے۔ اس کے بعد صدقات و خیرات، نافلہ اور اختیاری ہیں یہ ''تَطَوُّع'' کے حکم میں داخل ہیں۔ یہ رضا کارانہ قربانی ہے۔ اس میں وہ صدقہ بھی شامل ہے جو ردِ بلا کیلئے دیا جاتا ہے۔ صدقہ دراصل رضائے الٰہیہ کے حصول کا ہی ایک ذریعہ ہے۔ عین ممکن ہے کہ کسی پدرِ مضطر نے اپنے بیٹے کی جان بچانے کیلئے جو صدقہ دیا ہو وہ کسی ایسے باپ کو ضرورت ہو جس کا بیٹا بے دوا مرا جا رہا ہو اور وہ اس رقم صدقہ سے اپنے بیمار لختِ جگر کا علاج کرالے اور اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جائے اور ادھر صدقہ دینے والے باپ کا لختِ جگر تندرست ہو جائے اور دونوں مضطرب باپ چین پا جائیں۔ حضور ﷺ اپنے حصے کے غنائم تک تقسیم فرما کر گھر میں تشریف لے جاتے اور جب تک مال دنیا گھر میں موجود ہوتا، بے آرام رہتے اور صدقہ کر دینے کے بعد سکون پاتے۔ یہ صدقات خالصتاً ردِ بلا کیلئے نذر کے طور پر نہ دیئے جاتے بلکہ صدقات نافلہ کے بارے میں اسلام کی زبردست تعلیم کے تحت غیر مشروط ہوتے اور دینے سے پہلے ان پر مجلس جما کر کوئی ختم وغیرہ نہیں پڑھا جاتا تھا۔

ہمارے ملک میں کچھ مدات ایسی قائم کر لی گئی ہیں جن کی کوئی سند سنتِ نبویؐ سے نہیں ملتی اور پھر ان مدات پر صدقات نافلہ کا لیبل لگا کر انفاق فی سبیل اللہ کے متعین دائرہ سے خارج تقریبات کو مباح ٹھہرایا جاتا ہے۔ مردہ کو ایصالِ ثواب کے نام پر ہمارے ملک میں جو کچھ ہوتا ہے، اسے دیکھ کر مجھے رونا آتا ہے کہ لوگ اپنی نیک کمائی، نیکی کے نام پر خرچ کرتے ہیں مگر اس کا طریقہ کار ایسا غلط متعین کر لیا ہے جس کا سنتِ نبویؐ سے دور کا واسطہ بھی نہیں اور ان کا کیا کرایا، اکارت جاتا ہے۔ اگر لوگ اپنے مُردوں کے ایصالِ ثواب کیلئے قل، تیجا، ساتواں، چالیسواں اور سالانہ ختم ترک کر دیں۔ ختم کی مجلس نہ قائم کریں۔ سات پھل اور دیگر ماکولات و مشروبات سامنے رکھ کر ان پر کلمہ کلام نہ پڑھیں اور پھر یہ طعام برادری اور علاقے کے سرکردہ افراد کو نہ کھلائیں بلکہ خاموشی سے مستحقین کے گھروں میں جا کر انفاق فی سبیل اللہ کے طور پر جو چاہیں اور جتنی توفیق ہو، دے آئیں۔ تو عنداللہ قبول ہوگا۔ اس کام کیلئے کم از کم توفیق یہ ہے کہ مسجد میں لوٹا، مصلے یا صف رکھ دیں تو ان کے مرحومین کیلئے یہ صدقہ جاریہ بن سکتا ہے۔ مغفرتِ موتی کی طلب مستحسن عمل ہے۔ نماز جنازہ کے بعد پھر ساری عمر انکی مغفرت طلبی کیلئے دعائیں قرآن مجید میں تعلیم فرمائی گئی ہیں۔

حضور ﷺ سے یہ ثابت کرنا، ناممکن ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ، یا اپنے بیٹوںؓ اور اپنے چچا سید الشہداء حمزہؓ کے ایصال ثواب کیلئے انفاق فی سبیل اللہ کے طور پر اس طرح ختم کی مجلس

قائم کی ہو یا 5 پانچ جمعرات کے ختم کے بعد چالیسواں کا ختم پڑھا ہو۔ اس میں ماکولات ومشروبات رکھے ہوں۔ سات پھل سجائے ہوں۔ صحابہؓ سے سیپارے پڑھوائے ہوں۔ پھر اپنی مِلک کرائے ہوں اور اس سارے طعام وکلام کا ثواب انہیں ارسال کر کے یہ طعام خود اور اصحابؓ کو کھلایا ہو۔ یہ ثبوت بہم پہنچانا محال ہے۔ ان اقسام ختم کا ثبوت یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی صحابیؓ آپ ﷺ کی خدمت میں کھجور کا خوشہ لائے اور آپ ﷺ نے بارک اللہ فرمایا تھا۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں خواجگان تو کوئی تھے نہیں جو آپؐ نے ختم خواجگان پڑھا ہو۔ اسی طرح چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ وغیرہ کے سلسلے قائم نہیں ہوئے تھے اور نہ کربلا قائم ہوئی تھی کہ ان بزرگوں اور شہیدوں کو ثواب پہنچانے کیلئے آپ ﷺ کوئی ختم پڑھتے۔ اسی طرح قبور پر موم بتیاں جلانے اور چادریں چڑھانے کا ثبوت تو یہ ہونا چاہیے کہ آپ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر کوئی چادر چڑھائی تھی یا چراغاں کیا تھا مگر ایسا ثبوت ہرگز موجود نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا سید الشہدا ؓ کی قبر پر کوئی قبہ یا روضہ تعمیر نہیں کرایا تھا۔ اس پر عرس منعقد نہیں کیا تھا حالانکہ اگر ایسا کرنا، روا ہوتا تو امیر حمزہؓ کی قبر بدرجہ اولیٰ اس کی مستحق تھی اور اگر قبر پر عرس کا انعقاد کسی شرف کا باعث تھا تو بھی یہی قبر اس شرف کے لائق تھی۔ اس لئے مسلمان بھائیوں کو توجہ کرنا چاہیے اور صدقات نافلہ کی مدات کا تعین حضور ﷺ کی تعلیمات وسنت مطہرہ کی روشنی میں کرنا چاہیے۔ قبور پر عمارات کی تعمیر کا سلسلہ بڑی سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے اور اسی نسبت سے ان پر عرسوں کا انعقاد روز افزوں ہے۔ لوگ ان مزارات پر دیوانہ وار حاضر ہوتے ہیں اور اپنے اموال ان پر نچھاور کرتے ہیں اور ایک طبقہ مستقل طور پر یہ اموال نسل در نسل کھا رہا ہے۔ یہ سب کچھ صدقاتِ نافلہ کے نام پر ہوتا ہے اور اسے تقرّب الٰہیہ کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ امت کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیٹ پر پتھر ہوتا تھا۔ خانہ نبوت میں چولہا شاذ ہی جلتا تھا مگر اولیائے امت کے محلات میں چولہا کبھی ٹھنڈا ہی نہیں ہوتا اور تنورِ شکم تپتا ہی رہتا ہے۔ یہ کیسا تضاد ہے مابین رسالت اور ولایت! ہم مسلمان بھائیوں سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اپنی فکر خود کریں اور صدقات وحسناتِ نافلہ کے نام پر بدعات کا شکار نہ ہو جائیں کیونکہ ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی فی النار ہے۔ عبادتِ نافلہ کے طور پر پانی میں چلے کاٹنا، بارہ سال خاموش رہنا، حرم میں نہ جانا، چولہے کی پکی ہوئی چیز نہ کھانا، غاروں اور کھوہوں میں رہنا، بن باس اختیار کرنا، حلال لذات کا ترک کرنا وغیرہ کے متعلق اول تو تمام دعاوی ہوتے ہی باطل ہیں اور اگر درست ہی ہوں تو بھی اسلام سے ان کا ادنیٰ سا تعلق بھی نہیں بنتا۔ غارِ حرا میں حضور ﷺ کا تخلیہ کسی بَن باس یا حلال لذات اور ضروریات کی تکمیل کا ترک ثابت

نہیں کرتا۔اس کیلئے بعد میں آپؐ نے اعتکاف کی سنت قائم فرمائی تھی جس پر آج بھی ہزاروں مسلمان کاربند ہیں۔ فاقہ کشی اسلام میں ممنوع ہے۔ یہاں حضور ﷺ نے روزے کی سنت قائم فرمائی۔ رمضان کے روزوں کے بعد کثرت سے روزہ رکھنا، مسنون عبادتِ نافلہ ہے مگر سحر وافطار کے ساتھ۔ کم خوری اور چیز ہے۔ تن پروری اور چیز ہے۔ اسلام کم خوری کو پسند کرتا ہے۔ لیکن اتنی کم خوری یا فاقہ کشی کی اجازت نہیں دیتا جس کے نتیجے میں ضعف بدنی ہوجائے اور فرائض دین اور دنیا کی ذمہ داریاں نباہنے کی بھی طاقت نہ رہے۔ کثرتِ نوافل حضور ﷺ کی سنت ہے مگر یہ دعویٰ یا عادت درست نہیں کہ ایک ٹانگ پر قیام کرکے نوافل ادا کیئے جائیں۔ حضور ﷺ نے صدقات یا عباداتِ نافلہ کے میدان میں اپنی سنت کی معتدل نظیریں قائم فرمادی ہیں۔ آپؐ تہجد میں طویل قیام فرماتے۔ پاؤں پر ورم آجاتا مگر ایک ٹانگ پر یا پانی میں کھڑے نہ ہوتے۔ عبادت کیلئے یا اللہ کی تلاش میں خانہ اقدس سے نکل کر بیابانوں میں نہ تشریف لے جاتے۔ لباس اور حجامت کی طہارت و پاکیزگی کا پورا اہتمام فرماتے۔ ستر پوشی کا فریضہ پوری سختی سے پورا رکھتے۔ آپ ﷺ کے اصحابؓ میں کوئی ننگا فقیر نہ تھا۔ اسلام تزکیہ نفس کا داعی ہے مگر تن کشی کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاکدانِ ہستی کو آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے زینت بخشی ہے۔ اسے آباد کیا ہے۔ ہم اس کے آباد رکھنے کے پابند ہیں۔ اسی کے تقاضے، اللہ کے فرامین کے مطابق پورے کرنا ہیں جس کیلئے حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ و کاملہ ہمارے لئے مشعل راہ بنایا گیا ہے۔

حضور ﷺ نے کبھی چولہے کی پکی خوراک کا ترک نہیں فرمایا۔ آپ کم گو تو تھے مگر چپ کا روزہ کبھی نہیں رکھا۔ بارہ سال تک حرم سے قطع تعلق نہیں کیا بلکہ نہایت ذمہ داری کے ساتھ ازواج مطہرات کے حجرات میں باری باری شب باشی فرماتے۔ اللہ باری تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کی سنت کو ہمارے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہم اسی پر بلاکم وکاست وبلاحک واضافہ عمل کرنے کے پابند ہیں۔ یہ نکتہ یاد رکھیں کہ اس اسوۂ کامل پر عمل کرنے میں اگر ہم سے کوئی کوتاہی ہوگئی تو اللہ غفور ورحیم معاف فرمادیں گے اور اگر عقائد، فرائض، سنن، مستحبات اور صدقات وعباداتِ نافلہ میں ہم نے کوئی اضافہ کردیا تو یہ بیشی ناقابل معافی جرم ہے۔ **والحمد للہ رب العالمین**

حکیم حافظ عبدالرزاق سعیدی اور میاں نعیم الرحمان طاہر کیلئے دعائے صحت

مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع شیخوپورہ کے امیر مولانا حکیم حافظ عبدالرزاق سعیدی مہتمم جامعہ رحمانیہ فاروق آباد پر گزشتہ دنوں فالج کا حملہ ہوا جس کی بنا پر وہ صاحب فراش ہیں اور اسی طرح میاں نعیم الرحمان طاہر (فیصل آباد) کی گزشتہ دنوں طبیعت کافی خراب رہی اور اب آہستہ آہستہ افاقہ ہورہا ہے، ان کی صحت کاملہ عاجلہ کیلئے دعا کی درخواست ہے۔